

حدیث ”مسلسل بالاولیة“ کی توضیح اور علم کی خصوصیات

خطاب: مفتی رضاء الحق

دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بتاریخ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۲۰۲۴ء جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاذ اور جامعہ دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم جامعہ تشریف لائے، اس موقع پر جامعہ کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے مجمع میں خطاب فرمایا، اور اجازت حدیث دی، حدیث ”مسلسل بالاولیة“ کو بیان کرنے کے بعد اس کی پر مغز تشریح کرتے ہوئے قیمتی نکات ذکر فرمائے، جسے جامعہ کے تخصص علوم حدیث کے طالب علم مولوی محمد انس عطاء اور دورہ حدیث کے طالب علم مولوی محمد احمد شہباز نے قلم بند کیا۔ ادارہ بینات عنوانات وغیرہ کے اضافے کے بعد اس خطاب کو افادہ عام کی غرض سے شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

”بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العالمين، و الصلوة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين، محمد و على آله و أصحابه و أزواجه و أهل بيته و ذريّاته و أتباعه أجمعين إلى يوم الدين، أما بعد، فقد قال النبي ﷺ: اَرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ - أَوْ يَرْحَمْكُمْ - مَنْ فِي السَّمَاءِ. (سنن الترمذي: ۱۹۲۴) أو كما قال النبي ﷺ“

محترم طلبہ کرام! جو دورہ حدیث کے طالب علم ہیں یا تخصص کے طالب علم ہیں، ان کے سامنے میں نے یہ حدیث پڑھ لی، ہمارے مشائخ خصوصاً ہمارے شیخ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ حدیث کی

مونو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے (کے سے) نکلے ہو تو..... (قرآن کریم)

مجلس میں اور مدارس کے آخری طلبہ (دورہ حدیث کے طلبہ) کی مجلس میں سب سے پہلے یہ حدیث پڑھتے تھے، ان کی اتباع اور اقتدا میں، میں نے بھی آپ کے سامنے یہ حدیث پڑھی۔ اس حدیث میں ”مسلسل بالاولیۃ“ کی خاصیت بھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ طلبہ کے ساتھ رہنے سہنے اور طلبہ کی تربیت کی تعلیم بھی ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح حضرت شیخ محمد یونس جو پوری، پھر سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے ہم نے مجلس علم میں سب سے پہلے یہ حدیث سنی، اور انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، اور انہوں نے سب سے پہلے یہ حدیث اپنے شیخ صاحب ”بذل المجہود“ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، اور انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، جو مولانا عبدالحی بڈھانوی کے صاحبزادہ تھے، اور یہ وہی مولانا عبدالحی بڈھانوی ہیں جو ہمارے علاقہ صوبہ (خیبر) پختون خواہ میں آئے تھے اور سخاکوٹ سے آگے بٹ خیلہ کے قریب بہت بڑا قبرستان ہے، اس قبرستان میں مولانا عبدالحی بڈھانوی کی قبر ہے۔

عبدالحی نام کی شخصیت

مولانا عبدالحی (نام کے) کئی حضرات گزرے ہیں، اور سب عالم فاضل اور بہت اونچے درجہ کے تھے:

①- مولانا عبدالحی لکھنوی، ان کو تو ہم اور آپ جانتے ہیں، جن کا انتقال اُنتالیس سال کی عمر میں ہوا تھا، ایک کم چالیس، اور اس کے باوجود اُن کے قلم سے ہزاروں صفحات نکلے ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں، عالم فاضل تھے اور چودہ سال کی عمر میں تعلیم فرمایا کرتے تھے، معلم تھے اور تدریس کرتے تھے۔ اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنوی مدرس بھی تھے اور کھیل رہے تھے، چودہ سال کی عمر کیا چیز ہے؟ آپ کو معلوم ہے، کھیل رہے تھے، تو کسی نے کہا: آپ مدرس ہو کر کھیل رہے ہیں؟ تو انہوں نے ایک شعر کہا:

شَیْئَانِ عَجَبِیَانِ ہما أَبْرَدَ مِنْ یَخْ
شَیْخٌ یَتَصَبَّأُ وَ صَبِیٌّ یَتَشَبَّخُ

یعنی ”دو چیزیں تخ سے (جسے ہوئے پانی اور برف سے) ٹھنڈی ہیں، (نا قابلِ برداشت ہیں) ”شَیْخٌ یَتَصَبَّأُ“ ایک بوڑھا جو بچہ بن جائے، ”صَبِیٌّ یَتَشَبَّخُ“ اور دوسرا بچہ جو بوڑھا بن جائے۔“
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نہیں تھی، انہوں نے اپنے ایک مرید سے کہا:

”اپنے بچہ کو لائیے، تاکہ تھوڑی دیر اُن کے ساتھ کھیلیں اور مزاح کریں۔“ وہ اپنے بچہ کو لائے اور اس کو بہت مؤدب بنایا: اس طرح بیٹھو گے، اس طرح اٹھو گے، اس طرح سلام کرو گے۔ جب وہ آیا اور اس نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کیا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”بھائی! میں نے تو کہا بچہ کو لائیے، آپ تو اپنے باپ کو لے آئے!“ بچپن کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں، اور بڑھاپے کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں، تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو یہ مولانا عبدالحی ہیں۔

②- دوسرے مولانا عبدالحی سورتی ہیں، جو ہندوستان کے گجرات کے بہت بڑے عالم تھے اور بہت سی تصانیف انہوں نے لکھی ہیں۔ اور ان کی جمعہ کے خطبات کی ایک کتاب بھی ہے، جو بالکل مقامات (حریری) کے طرز پر ہے، اور اتفاق سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی اور ان مولانا عبدالحی سورتی کے خطبات پر ہم نے تعلیقات کا کام کیا، افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندوستان سے ایک یا دو مرتبہ چھپی اور پاکستان سے نہیں چھپی! ورنہ وہ مقامات کے ساتھ مطالعہ کرنے کے قابل کتاب ہے! ان کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، ممکن ہے کہ آپ نے اُن کا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو، یہ ہیں عبدالحی سورتی۔

③- اور ایک مولانا عبدالحی تیسرے ہیں، جنہوں نے رجال پر بہت کام کیا اور مصنفین کے حالات لکھے ہیں اور وہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے بعد گزرے ہیں، اور یہ ہمارے شیخ عبدالفتاح ابوغندہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ یا بالذات استاذ بھی تھے۔ تو وہ مولانا عبدالحی رجال کے ماہر تھے اور تصنیفات کے ماہر تھے، اور انہوں نے جو رجال پر کتاب لکھی ہے وہ سب سے جامع کتاب ہے۔ انہوں نے جب مولانا عبدالحی لکھنوی کے حالات لکھے ہیں تو اس میں لکھا ہے: ”میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عبدالحی لکھنوی کا ہم نام بنایا، میرا نام بھی عبدالحی ہے اور مولانا عبدالحی لکھنوی کا نام بھی عبدالحی ہے، ممکن ہے کہ اس نام کی شرکت کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے مقبول بنا دے، جیسے ان کو مقبول بنایا۔“ یہ مولانا عبدالحی تیسرے نمبر پر تھے۔

④- اور چوتھے مولانا عبدالحی وہ ہیں جو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، اور وہ جہاد کے لیے تشریف لائے تھے، اور فقہ وغیرہ میں بہت ماہر تھے، اور مولانا سید احمد شہید اُن کو ”شیخ الاسلام“ کہتے تھے اور مولانا اسماعیل شہید کو ”حجتہ الاسلام“ کہتے تھے، تو ان مولانا عبدالحی بڈھانوی کے صاحبزادہ تھے مولانا عبدالقیوم بڈھانوی، ان سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ لی ہے، اور یہ مولانا عبدالحی بڈھانوی جہاد میں پھر شہید نہیں ہوئے تھے، جہاد کے لیے تو آئے تھے، لیکن ان کو بوا سیر کی بیماری ہوئی اور وہیں جیسے آپ کو بتایا بٹ خیلہ میں ایک بہت بڑا قبرستان ہے (وہیں مدفون

ہیں)، بٹ خیلہ میں دو چیزیں ہیں: ایک تو اس کا بازار بہت مشہور ہے، بہت لمبا بازار ہے۔ ایک اس کا مقبرہ، اس کے مقبرہ میں آدمی چلتے چلتے تھک جاتا ہے، اور اب تک وہاں مولانا عبدالحی بڈھانویؒ کی قبر محفوظ ہے اور معلوم ہے، تاریخ بھی لکھی ہے کہ کس تاریخ کو وفات پائی؟

مدار الاسناد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ

میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے مولانا عبد القیوم بڈھانوی رحمہ اللہ سے اور مولانا عبد القیوم بڈھانوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ”مسلسل بالاقوال“ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ سے لی ہے۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ ”مدار الاسناد“ ہیں۔ ہندوستان میں اور بعض عرب کے علاقے میں جتنی اسانید ہیں وہ سب شاہ محمد اسحاقؒ تک پہنچتی ہیں، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ”ایک مرتبہ میرے ذہن میں آیا کہ ہندوستان میں جتنے حدیث پڑھانے والے ہیں (اس وقت ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ایک تھا) ہند میں جتنے پڑھانے والے ہیں، وہ بریلوی ہوں، غیر مقلد ہوں (جواب حدیث اپنے آپ کو کہتے ہیں)، یا دیوبندی ہوں یا کسی اور فرقہ سے ہوں، ان سب کو خطوط لکھوں کہ آپ اپنی سند حدیث کو بیان کیجیے۔“ اس وقت محدثین بخاری پڑھانے والے بہت کم ہوتے تھے، جب کسی مدرسہ سے شیخ الحدیث چلے جاتے تھے، تو وہ دوسرے شیخ الحدیث کے لیے پریشان ہوتے تھے، اور اس زمانے میں اچھے اچھے شیخ الحدیث تھے، شیخ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے مختلف جماعتوں کو خطوط لکھے، تاکہ ان کا جواب آجائے، کہتے ہیں کہ: بریلویوں کی طرف سے، غیر مقلدین کی طرف سے، دیوبندیوں کی طرف سے، دوسروں کی طرف سے جتنی اسانید تھیں سب شاہ محمد اسحاقؒ تک پہنچی تھیں۔“ اور شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے پڑنوا سے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ انسان اور عالم کا سلسلہ سند پوتے سے پہنچے، کبھی کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ سلسلہ سند، بیٹی کے راستے سے نواسے کے ذریعہ سے بھی پھیلاتے اور پہنچاتے ہیں، خود رسول اللہ ﷺ جو علم کا مرکز، عمل کا مرکز، نور کا مرکز، رسول اللہ ﷺ ان سب چیزوں کے مرکز تھے اور ان کا سلسلہ نسب، سلسلہ علم اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بیٹیوں کے ذریعہ سے، اور صاحبزادیوں کی نسل کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھیلا یا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کا سلسلہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نواسے کے ذریعہ سے پھیلا یا۔ اور ہم نے سنا ہے کہ شاہ اسحاق رحمہ اللہ کی زبان میں اتنی زیادہ فصاحت اور بلاغت نہیں تھی جتنی فصاحت و بلاغت دوسرے علماء میں ہوا کرتی ہے، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں، اخلاص کو دیکھتے ہیں، ان کے اخلاص کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے پورے سلسلہ کو پھیلا یا، دنیا کے کونے کونے میں پھیلا یا۔

پہلی وحی کے موقع پر تین بار دبانے کی حکمت

آپ حضرات بخاری جلد اول کی تیسری حدیث میں پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ دبایا، تین مرتبہ سینہ سے ملا کر دبایا“ وہ جو تین مرتبہ دبانا ہے، اس کی مختلف حکمتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً: ایک حکمت یہ ہے، بھائی! یہ جو علم ہے، رسول اللہ ﷺ کا دین ہے، یہ تین چیزوں پر مشتمل ہے: علم، عمل، دعوت۔ یہ تینوں مشقت کی چیزیں ہیں، تینوں کے لیے تیار ہو جاؤ، ایک مرتبہ دبایا، یعنی یہ علم آپ کو دبائے گا، جب علم آپ کو دبائے گا اور علم کی مشقت برداشت کرو گے تب آپ کے ذریعہ سے علم پھیلے گا:

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكَتَسَبُ الْمَعَالِي وَمَنْ طَلَبَ الْعُلَا سَهَرَ اللَّيَالِي
تَرَوْمُ الْعِرَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا يَغُوصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّالِي
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلَا مِنْ غَيْرِ كَدٍّ أَضَاعَ الْعُمَرُ فِي طَلَبِ الْمُحَالِ

یہ اشعار تو آپ بار بار سنتے ہیں، تو یہ علم انسان کو دبانے والا ہے۔ اور علامہ تفتازانیؒ کے دو شعر تھے، ان کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے میں سوچ رہا تھا کہ یہ ”جنون کے فنون ہیں“ (یعنی) جنون کی مختلف قسمیں ہیں، لیکن علم حاصل کرنے کے بعد مجھے پتا چلا کہ ”جنون، فنون نہیں ہیں“، ”فنون، جنون ہیں“، یہ فنون، آدمی کو مجنون بناتے ہیں، پاگل بناتے ہیں۔ پہلے زمانے میں ایک ایک روایت کے لیے اور ایک ایک علم کے لیے لوگ دور دور کا سفر کرتے تھے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تین مرتبہ دبایا: (اولاً) علم آپ کو دبائے گا، تیار رہو! اے طالب علم! تیار رہو! بخاری کی ابتدا میں یہ حدیث آئی ہے۔ (ثانیاً) اے طالب علم! عمل آپ کو دبائے گا! اور عمل مشکل کام ہے اور عمل مقصد ہے: ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ، وَ أَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ“ (رواہ مسلم) اللہ تعالیٰ قلب اور عمل کو دیکھتے ہیں، تو عمل مشکل ہے، کسی سے کہا جائے: بھائی! تہجد کے لیے اٹھنا پڑے گا، اور تہجد میں اتنی رکعتیں پڑھنی پڑیں گی، اور رسول اللہ ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تھے تو حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے پہلی رکعت میں (سورۃ) بقرہ پڑھی، دوسری رکعت میں (سورۃ) آل عمران پڑھی، تیسری رکعت میں (سورۃ) نساء پڑھی، چوتھی رکعت میں (سورۃ) مائدہ پڑھی اور جتنا قیام، اتنا رکوع اور جتنا رکوع، اتنا سجدہ، جتنا رکوع و سجدہ، اتنا قومہ اور اتنا جلسہ، اس میں کتنے گھٹنے لگ گئے ہوں گے؟ یہ حضرت حذیفہؓ سے غالباً ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، تو عمل آپ کو دبائے گا۔ پھر اس کے بعد (ثالثاً) دعوت آپ کو دبائے گی، دعوت کا کام آپ کو دبائے گا، اس لیے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: دعوت کے کام میں پرانے لوگوں کو جتنی دلچسپی لینی چاہیے تھی، اتنی دلچسپی نہیں لی، ورنہ جیسے عرب فاتحین کا کام تھا، عرب فاتحین جس ملک میں جاتے تھے، زمین کو بھی

فتح کرتے تھے اور قلوب کو بھی فتح کرتے تھے، اور ہمارے پرانے زمانہ کے فاتحین جہاں جہاں گئے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے کم از کم زمین کی فتوحات تو کی ہیں، لیکن قلوب کی فتوحات نہیں۔

قدیم سجستان اور خراسان کا جغرافیہ

دیکھو! لبنان ہے، وغیرہ وغیرہ ہے، اکثر مسلمان ہو گئے، صحابہ کرامؓ نے فتوحات کی ہیں، ایران ہے، افغانستان ہے، ہمارے علاقہ تک، یہ جو ہمارا علاقہ ہے صوبائی وغیرہ، یہاں تک سجستان ہے، افغانستان دو منطقوں پر مشتمل ہے: ایک خراسان اور ایک سجستان، سجستان قندھار سے لے کر غزنی اور کابل تک اور وہاں سے لے کر یہ ہمارے دریائے سندھ تک جس کو دریائے سندھ کہتے ہیں، اور ہم (اہلِ سرحد) اس کو ”اباسین“ کہتے ہیں، یہ پورا سجستان تھا، اور بلوچستان مکمل اس میں شامل تھا، اس کو کہتے ہیں: ”سجستانِ کبیر“، اب تو ”سیستان“ ایک چھوٹا سا علاقہ رہ گیا ہے۔ اور ”خراسانِ کبیر“ بھی بہت بڑا تھا، ایران کا خراسان، یہ ہرات کا علاقہ اور افغانستان کا مغربی علاقہ اور افغانستان کا شمالی علاقہ اور پورا ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، ترکمانستان یہ بھی خراسان میں تھا اور (امام) نسائی وہاں کے رہنے والے ہیں، نسائی ”نسأ“ کے رہنے والے ہیں اور ”نسأ“ کا پرانا نام ”نسأ“ ہے، آج کل ”اشک آباد“ کہتے ہیں، تو یہ پرانا ”نسأ“ ہے، یہ بھی خراسان میں تھا۔ بخارا، سمرقند، ازبکستان، کرغزستان کے بعض علاقے یہ پورا ”خراسانِ کبیر“ تھا، وہاں صحابہ کرامؓ نے فتوحات کی ہیں، سب مسلمان ہو گئے، افغانستان حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں عبدالرحمن بن سمرۃؓ نے فتح کیا، اور عبدالرحمن بن سمرۃؓ نے کابل میں صلاۃ الخوف پڑھی تھی، یہ خود سنن ابوداؤد میں موجود ہے، آپ ان شاء اللہ سنن ابوداؤد میں پڑھیں گے یا پڑھ لی ہوگی۔ پھر اس کے بعد جب حضرت معاویہ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ سمجھتے اور فرماتے تھے کہ: خلافت بعد میں ہے اور دشمنانِ عثمانؓ کو ختم کرنا پہلے ہے، پہلے گند صاف کیا جائے، اس کے بعد خلافت مضبوط ہوگی، اور آسان الفاظ میں میں کہتا ہوں: پہلے انتقام اور بعد میں استحکام، یعنی حکومت کا استحکام بعد میں۔ اور حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ پہلے استحکام (یعنی) میرے ہاتھ پر بیعت کرو، اس کے بعد انتقام۔ یہ اجتہادی اختلاف تھا۔ اس زمانہ میں افغانستان دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا، بغاوتیں ہو گئیں، جب حضرت معاویہؓ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی، تو حضرت معاویہؓ بہت باغیرت شخصیت تھے، انہوں نے پھر عبدالرحمن بن سمرۃؓ کو بھیجا کہ جو فتوحات آپ نے کی تھیں ان کو دوبارہ مکمل کریں، حضرت عبدالرحمن بن سمرۃؓ نے دوبارہ افغانستان کو فتح کیا۔ افغانستان، سجستان، خراسان دوبارہ فتح کیا، پھر حضرت معاویہؓ نے ان کو بلایا اور وہ بصرہ گئے، عبدالرحمن بن سمرۃؓ کا انتقال پھر بصرہ میں ہوا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاں صحابہ کرامؓ پہنچے وہاں سب مسلمان

ہیں، افغانستان میں سب مسلمان ہیں، ازبکستان میں سب مسلمان ہیں، اور جو پشاور تک کا علاقہ ہے اور ہمارا علاقہ وہ سب مسلمان ہیں، الحمد للہ! یہ بعد میں ملحدین پیدا ہو گئے تو الگ بات ہے، ایران میں سب مسلمان، یہ الگ بات ہے کہ بعد میں روافض بن گئے، اس کے تو صحابہؓ ذمہ دار نہیں۔ اور بعد کے جو فاتحین ہیں وہ فتوحات کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، لیکن سب لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ تو حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ، انہوں نے اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ سنی، اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے اور شاہ ولی اللہؒ کے بعد کا جو سلسلہ ہے وہ ان کے رسالہ ”الفضل المبین فی مسلسلات النبی الامین“ میں مذکور ہے، وہاں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ میں تسلسل کی ابتدا اور دیگر خصوصیات

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ ہے سفیان بن عیینہؒ تک، سفیان بن عیینہؒ کے استاذ ہیں عمرو بن دینارؒ، عمرو بن دینارؒ کے استاذ ہیں ابو قباوسؒ، ابو قباوسؒ کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ”صدوق“ کہا ہے، اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ”مجهول“ تھے، کیوں کہ ان سے صرف ایک راوی ہے عمرو بن دینارؒ، دوسرا راوی نہیں ہے، بہر حال! اس حدیث کو سب نقل کرتے ہیں، تین طبقوں میں مسلسل نہیں، عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابیؓ ہیں اکیلے، ان کے تلمیذ ہیں ابو قباوسؒ، وہ اکیلے ہیں، ان کے تلمیذ ہیں عمرو بن دینارؒ، عمرو بن دینارؒ کے بعد ہیں سفیان بن عیینہؒ، ان سے یہ حدیث بہت زیادہ پھیل گئی ہے۔ اور حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ میں بہت برکت ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ اس میں انقطاع کا احتمال نہیں ہوتا، اس لیے کہ ہر ایک کہتا ہے: سب سے پہلے میں نے سنا تو انقطاع کا احتمال ختم ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں حدیث کو تو الگ رکھو، حدیث کی کیفیت کو بھی محدثین نے محفوظ رکھا ہے، حدیث تو اپنی جگہ، حدیث کی کیفیت کو بھی انہوں نے ملحوظ اور محفوظ رکھا ہے، یہ حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“ کی خصوصیت ہے، اور اس کے علاوہ یہ بھی حدیث ”مسلسل بالاولیۃ“، یا کوئی بھی حدیث مسلسل ہو، اس کی یہ خصوصیت ہے کہ راویوں نے حدیث کو تو کیا اُس کی کیفیات کو بھی نہیں چھوڑا، حدیث کو کیسے چھوڑتے؟! حدیث میں کیسے جھوٹ بولتے؟ انہوں نے تو حدیث کی کیفیات کو بھی ملحوظ رکھا! میں یہ عرض کر رہا تھا، وہ جو تین مرتبہ دہانا ہے، اس میں علم آدمی کو دہاتا ہے، عمل آدمی کو دہاتا ہے: العلم من المهد إلى اللحد، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علم ہے، اور

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے

اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ڈاکٹر آرام سے سو جاتا ہے اور صبح نسخہ لکھتا ہے، آپ مدرسین سے پوچھ لیں ان کی نیند حرام ہوتی

ہے، جتنی مرتبہ پڑھائے گا اتنا زیادہ مطالعہ کرے گا۔ تو علم اور عمل، عمل بھی مقصود ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ایک خادم خاص

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کو تو ہم نے بہت قریب سے دیکھا ہے، ان کے دروس میں شرکت کی ہے، ان کی مجالس میں شرکت کی ہے، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے تھے۔ مولانا بنوری رحمہ اللہ کے ایک خادم تھے علی بھائی، انگلینڈ کے رہنے والے تھے، اصل میں (افریقی ملک) موزمبیق کے تھے، ایک گجراتی طالب علم تھے، جب بھی حضرت نکلتے تھے، تشریف لاتے تھے، تو ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسجد تشریف لاتے تھے، وہ باہر انتظار میں رہتے تھے، اب پچھلے سال اُن کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے، وہ اتنے اچھے طالب علم تھے کہ اگر کوئی اور طالب علم خدمت کے لیے آگے بڑھتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتے، اور حضرت مولانا بنوریؒ چاہتے تھے کہ یہی میری خدمت کریں۔ ایک مرتبہ ایک اور طالب علم یا کوئی اور صاحب آگے بڑھے تو علی بھائی پیچھے ہٹ گئے، مولانا بنوریؒ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا، جو دوسرے ساتھی تھے، انہوں نے مولانا رحمہ اللہ کا جوتا رکھا اور جوتے کی نوک کو قبلہ سے دوسری طرف کر دیا، حضرت مولانا بنوریؒ نے فرمایا: جب آپ کو خدمت کا طریقہ نہیں آتا تو خدمت کے لیے کیوں آگے بڑھتے ہیں؟ یعنی جوتے کے پنچہ کو قبلہ کی طرف کرنا چاہیے۔ اتنے چھوٹے چھوٹے اعمال کا بھی وہ خیال رکھتے تھے، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو ابو حمید ساعدی کی حدیث ہے، آپ نے پڑھی ہے کہ اپنے پنچہ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، تو فرماتے تھے: جس طرح ہمارا پنچہ ہے، اسی طرح چپل کا بھی پنچہ ہے، چپل کا پنچہ بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے شاگرد تھے مولانا یونس جو نیپوریؒ، جو اپنے زمانے میں بہت بڑے محدث تھے، یہ سارے حالات محدثین کے اور ان کے مالہ و ماعلیہ سب اُن کو یاد تھے، اور بہت نازک مزاج بھی تھے، ایک مرتبہ مولانا زکریا کا ندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ابھی تک آپ کو لاٹھی رکھنا بھی نہیں آیا، یہ لاٹھی کا منہ ہے، اس طرح رکھنا چاہیے۔“ یہ بہتر بات ہے، کوئی ضروری چیز نہیں ہے، لیکن میں عرض کر رہا تھا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی وہ خیال رکھتے تھے، جب چھوٹے چھوٹے اعمال کا خیال رکھتے تھے تو بڑے اعمال کا کیسے خیال نہیں رکھتے ہوں گے؟ اور عمل کی وجہ سے علم میں برکت آتی ہے، عمل کی وجہ سے علم بڑھتا ہے، اب آپ سمجھ لیجیے کہ ایک آدمی مسجد آتا ہے کہ کیا دعا ہونی چاہیے؟ باہر جاتا ہے تو کیا دعا ہونی چاہیے؟ اس کی پرمیکٹس کرے گا تو وہ (دعا) اس کو آئے گی، عمل نہیں کرے گا تو اس کو علم کیا آئے گا؟!

دوسری حکمت

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ تین مرتبہ دبانے کی ایک حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ تین طبقے دین کو دبائیں گے،

اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لیے تم پر ہاتھ چلائیں اور زبانی (بھی)۔ (قرآن کریم)

قرآن کریم کی برکت سے اور قرآن کریم کے جاری کرنے سے ان کا مکرو فریب ختم کیا جائے گا، ایک ہے مشرکین، اور نمبر دو ہے اہل کتاب یہود و نصاریٰ جو ہمیشہ (سے) ہمارے دین کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور دین کو برباد کر رہے ہیں اور ایک ہیں ملحدین جو دین کو نہیں مانتے۔ اور تین مرتبہ دبانے میں اشارہ ہے کہ تین طبقوں کو یاد رکھو: مشرکین اور ہندوؤں کو دیکھو کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ یہود و نصاریٰ کو فلسطین اور مسجد اقصیٰ میں دیکھو! اور دوسری جگہ پر یہود و نصاریٰ ہمارے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ نہ ہماری معیشت کو چھوڑتے ہیں، اور نہ ہماری شریعت کو چھوڑتے ہیں، ہماری معیشت کو بھی برباد کرتے ہیں، اور ہماری شریعت کو بھی برباد کرتے ہیں، اور تیسرے نمبر پر ملحدین جو مذہب کا انکار کرتے ہیں، تو یہ حدیث ”مسلسل بالاولیٰ“ آپ حضرات کے سامنے بیان کی گئی، اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرما دے، اور علم کے نور کی توفیق عطا فرما دے، علم کا نور ذکر سے بھی ہے اور علم کا نور عمل سے بھی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ، ”انعام الحسن“ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہ نے احسان کیا۔ ایک مرتبہ میں یہاں دارالافتاء میں تھا، بنوری ٹاؤن میں تھوڑی خدمت کرتا تھا، ایک سوال آیا کہ انعام الحسن شرعی نام ہے یا شرعی نام ہے؟ سوال سمجھ گئے؟ یہ شرعی نام ہے یا شرعی نام ہے؟ دوسرے جوابوں کے علاوہ ایک جواب یہ بھی ہے کہ اصل نام تو انعام ہے اور الحسن پوری فیملی میں پھیلا ہوا ہے، یہ گویا ان کا لقب اور فیملی نام ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی! بصرین تو کہتے ہیں: موصوف کی اضافت صفت کی طرف ممنوع ہے، إلا بالتأویل، مگر تاویل کریں گے، لیکن کوفیین کا طبقہ (ہمارا تو کوفیین سے زیادہ تعلق ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ گوفی تھے) وہ کہتے ہیں کہ: موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہو سکتی ہے، (لہذا) انعام الحسن کا مطلب ہوگا ”الانعام الحسن“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین انعام، خیر! مولانا انعام صاحب جب تبلیغ کے بڑے تھے، تو ان کے سامنے کسی نے کارگزاری سنائی، کارگزاری میں کہا کہ میں نے فلاں جگہ بیان کیا، اور بیان میں میں نے کہا: ”بس کام تو یہی ہے“، ”بس کام تو یہی ہے“، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے جب سنا کہ ”کام تو بس یہی ہے“، تو حضرت نے فرمایا: بھائی! تم دوبارہ یہ بات کہو، اس نے دوبارہ بات کہی، تو پھر فرمانے لگے: بھائی! میرے اور آپ کے درمیان یہی توفیق ہے: میں کہتا ہوں کہ: تبلیغ کا کام بھی ایک کام ہے اور آپ کہتے ہیں: بس کام یہی ہے، ”ہی“ اور ”بھی“ کا فرق ہے اور پھر فرمانے لگے کہ: بھائیو! نور نبوت پھیلتا ہے ذکر سے (یعنی) تصوف سے، اور علم نبوت پھیلتا ہے مدارس سے، اور عمل نبوت پھیلتا ہے دعوت و تبلیغ سے، ان سب لائنوں کو مضبوطی سے پکڑو اور اگر ان سب کو مضبوطی سے نہیں پکڑ سکتے تو ایک لائن کو پکڑو اور دوسری لائنوں کی قباحت اور مذمت بیان مت کرو، ان کے ساتھ رفاقت کرو، ہمدردی کرو، اپنے آپ کو یہ سمجھو کہ مجھ سے یہ سارے کام نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔ اللہ

تعالیٰ سب کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔

بھائی! یہیں کے نور کا جوتھوڑا سا نور ہمارے ذہنوں میں آیا ہے، ہم تو وہی پھیلا رہے ہیں، اسی میں لگے ہوئے ہیں، اصل روشنی تو یہیں (جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کی ہے، ہمارا بلب تو بیکار ہے، روشنی یہاں سے ہے، اللہ تعالیٰ اس روشنی کو مزید پھیلا دے اور اس مدرسہ کو ہر طرح کی علمی، عملی، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرمادے، اور دوسرے اہل حق کے تمام مدارس کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمادے۔

اجازتِ حدیث

اجازتِ حدیث میں ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص والے ہیں ان کو اجازت ہے، جو دورہ حدیث والے ہیں ان کو اجازت ہے اور جنہوں نے ابھی تک تکمیل نہیں فرمائی ہے، دورہ حدیث تک نہیں پہنچے ہیں تو اکابر کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو بعد میں اجازت دی جائے گی، فی الحال نہیں، بعد میں ان شاء اللہ جب دورہ حدیث تک پہنچیں یا فارغ ہو جائیں۔

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعاؤں میں یاد کر لیں، ان کو وہاں (جنوبی افریقہ میں) بھی ہم ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ میری طالب علمی کے بھی ساتھی تھے اور تدریس کے بھی ساتھی تھے۔ اکوڑہ خٹک میں، میں بھی پڑھتا تھا، میبذی وغیرہ میں تھا اور مولانا انور صاحبؒ بھی، اور عمر میں مولانا انور صاحبؒ مجھ سے بہت بڑے تھے، علم میں بھی بڑے تھے، اور عمر میں بھی بڑے تھے، میری عمر اس وقت تقریباً سولہ سال تھی اور ان کی عمر کم از کم چھبیس (یا) ستائیس سال ہوگی اور انہوں نے کتابیں بہت تحقیق سے پڑھی تھیں، اور بہت ذہین آدمی تھے، ہوشیار تھے، اور مجھے یاد ہے کہ میبذی کا تکرار کرتے تھے، ان کی اپنی زبان تو فارسی تھی، لیکن انہوں نے فنون کی کتابیں سب پشتو میں پڑھی تھیں تو اچھی پشتو بولتے تھے، اور آپ کو معلوم ہے ہمارے ہاں (اکوڑہ خٹک میں) تدریس تو پشتو میں ہوتی تھی، تو وہ ہمارے ساتھ تکرار کرتے تھے، وہ تکرار کے بڑے تھے، بہترین تکرار کرتے تھے اور اس زمانے میں اساتذہ کی گواہی تھی کہ بہت مدت کے بعد اتنے قابل طالب علم ہمیں ملے ہیں۔ پھر غالباً مشکاک اور دورہ حدیث کے لیے یہاں (بنوری ٹاؤن) آئے اور یہاں دورہ حدیث کیا۔ جب میں یہاں تخصص سے ۱۹۷۴ء میں فارغ ہوا، وہ پہلے سے مدرس ہو چکے تھے، میں بعد میں مدرس بنا، تو پھر تدریس کی رفاقت بھی رہی اور طالب علمی کی رفاقت بھی تھی۔ بہت بے تکلف تھے ہمارے ساتھ، جیسے ہم نے (ان کی وفات کا) سنا تو ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمادے، اور انہوں نے جو تالیفات فرمائی

ہیں، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور ان کے لیے نجات کا ذریعہ بنادے، اور درجاتِ علیا کا ذریعہ بنادے، اور اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف کو ان کے صاحبزادوں کو ان کا قائم مقام بنادے، دین کی خدمت کے لیے سب کو قبول فرمادے۔

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بہت خوش تھے، سب سے پہلے ان کی شادی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی، وہ نابینا تھیں، لیکن مولانا انور صاحب فرماتے تھے کہ: نابینا ہونے کے باوجود وہ گھر کی سب خدمت کرتی ہیں، تو وہ بھی بہت خوش تھے اور مرحومہ بھی مولانا انور صاحب سے بہت خوش تھیں، پھر ان کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی، یعنی حضرت بنوری کی نواسی پیدا ہوئی، پھر نواسی کا بھی انتقال ہوا اور چند دن کے بعد پھر مرحومہ کا بھی انتقال ہوا، مرحومہ کے ساتھ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد محبت تھی۔ اسی وجہ سے مولانا انور صاحب سے بھی بے حد محبت تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان محبوبین کے ساتھ ان کو ملادے، اور ہمارے بھی سب کے علم میں عمر میں برکتیں عطا فرمادے، اور انہی متقین اور صالحین کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی ملادے، اس مدرسہ کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمادے، اور اس مدرسہ کی ترقی سے اللہ تعالیٰ دوسرے ملحقہ مدارس کو بھی ترقی عطا فرمادے، اور ہر قسم کے شرور اور فتنوں سے حفاظت فرمادے اور اس مدرسہ کو اور اہل حق کے تمام مدارس کو ہر طرح کی ظاہری، باطنی، علمی اور روحانی، عملی ترقی عطا فرمادے، ضروریات کا انتظام غیب کے خزانوں سے فرمادے، و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین، برحمتک یا أرحم الراحمین!

